اردو شاعری میں تیسری جنس کے داخلی و نفسیاتی مسائل کی عکاسی (خزانہ ہائے غم دہر کے فقیر) کے تناظر میں

ڈاکٹر اتل ضیا جامعہ شہید بینظیر بھٹو برائے خواتین پشاور
ڈاکٹر ماہ وش رحیم، لیکچرار اردو، گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج چغر مٹی پشاور
ڈاکٹر شازیہ محمود اسسٹنٹ پروفیسر اردو، گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج متھرا پشاور

Abstract
This research looks at how the internal and emotional struggles of the third gender are portrayed in Urdu poetry, specifically in Sabir Zafar's book *Khazana Hi Gham Dahar Ke Faqir*. The study analyzes themes such as identity, isolation, and social exclusion in Zafar's poetry, focusing on how the poet expresses the psychological challenges faced by the third gender. It also examines Zafar's use of language, symbols, and metaphors to show the complexity of self-identity and the search for acceptance, offering a deeper understanding of gender diversity in Urdu literature.
Keywords: transgender, emotional, ignore, psychological, social, experimental, poetic,

شاعری بہترین الفاظ کا بہترین ترتیب کے ساتھ استعمال کا نام ہے شاعری کے ذریعے شاعر اپنے مشاہدات جذبات اور تجربات کو متوازن اور مترنم انداز میں لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اور جیسا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ تخلیق؛ تخلیق کار کی ذات سماج اور فکری رجحان کی عکاسی ہوتی ہے. فکری رجحان کا تعلق نفسیاتی ہوتا ہے انسانی زندگی اور نفسیات کا تعلق روز اول سے جاری اور ساری ہے نفسیات کے لیے انگریزی میں سائیکالوجی کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس کی وضاحت جو مختلف لغات میں کی گئی ہے۔ یہ دو الفاظ کا مرکب ہے Psycho بمعنی روح اور logy کے معنی علم کے ہے۔ چنانچہ نفسیات سے مراد ایسا علم جو ذہن سوچ اور فکر سے متعلق ہو۔ ادب کی تخلیق میں دو طرح کے عناصر سامنے آتے ہیں ایک جن کا تعلق سماج سیاست معاش اور معاشرے کے افراد اور حالات سے متعلق ہوتا ہے دوسرا تخلیق کار کے ذاتی خیالات تجربات جذبات اور احساسات سے ہوتا ہے یہ ذاتی فکر شاعر یا ادیب کی انفرادیت کا سبب بنتی ہے شعراء کے نفسیاتی شعور میں ان کی ذات سماج ثقافت اور وراثت اہم کرداری محرکات کی صورت نمودار ہوتے ہیں شاعری کی تخلیق کا تعلق ایک طرف شعوری اور لاشعوری فکر سے ہوتا ہے تو دوسری طرف معاشرتی اور انسانی رویوں، کردار، رجحانات سے بھی ہوتا ہے موضوعاتی حوالے سے شاعری کا تعلق فرد کے داخلی کیفیات اور خارجی تجربات سے مرتب ہوتا ہے داخلی دنیا احساسات اور جذبات اور کیفیات کی دنیا ہے جبکہ خارجی دنیا مشاہدات تجربات کی دنیا ہے اور شعراء اپنے مزاج کے مطابق داخل اور خارج سے موضوعات کا انتخاب کر کے پیش کرتے ہیں اللہ تعالی نے انسان کو مرد اور عورت کی جنس میں پیدا کیا ہے جنس کا لفظ اپنے اندر بہت

گہرائی رکھتا ہے انسانی جنس جسمانی تقاضوں کے ہمراہ ذہنی زندگی اور شخصی افعال کی نشو نما میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے شاعری میں عام طور پر شاعر کی داخلی کیفیات کا بیان ہوتا ہے مگر حقیقت نگاری اور ترقی پسند تحریک کے زیر اثر شعرا نے سماج اور خارجی عوامل اور عناصر کو بھی اکثر شاعری میں سمونے کی کوشش کی ہے یہاں بات ہو رہی تھی جنس پر انسانی حوالے سے مرد اور عورت کی جنس انسان انسانی ارتقا کا سبب بنی اور بنی نو

انسان کی نسل کو بڑھانے کا کام بھی انجام دیا ہمارے معاشرے میں مرد اور عورت کے علاوہ ایک اور جنس بھی موجود ہے جسے کسرہ ہجڑا یا تیسری جنس کہا جاتا ہے جس کا اس سماج میں انتہائی کم تر مقام ہے یہ طبقہ ابتدا ہی سے مسترد شدہ رہا ہے اس کے وجود کو ماننے کے لیے کوئی تیار نہیں۔ جس سماج یا معاشرے میں ایک جنس کو قبول کرنے سے انکار پایا جاتا ہو اس میں اس جنس سے تعلق رکھنے والوں کی سماجی حثیت انتہائی کمزور ہوتی ہے، اس لئے پیدائشی کھسروں میں احساس کمتری یا برتری دونوں پائے جاتے ہیں۔ ایسے کھسرے جو احساس کمتری کا شکار ہوتے ہیں اللہ سے گلہ کرتے ہیں کہ انھیں کیوں ایک مکمل جنس نہیں بنایا کہ وہ بھی یا مکمل عورت ہوتی یا مکمل مرد۔ احساس برتری میں مبتلا یہ جنس اس پر فخر محسوس کرتی ہیں کہ مرد یا عورت میں سے کسی ایک بھی روپ میں پیدا نہ کر کے اللہ نے بحثیت جنس انھیں گناہوں سے پاک کر دیا ہے یہ خیال ان میں احساس برتری کو جنم دیتا ہے۔ تیسری جنس کی سماجی اور معاشرتی حثیت کے حوالے سے ڈاکٹر وہاب اعجاز نے ایک انٹرویو میں بتایا۔

"تیسری جنس، جسے عام طور پر خواجہ سرا یا ٹرانس جینڈر کمیونٹی کہا جاتا ہے، ہمارے معاشرے کا ایک اہم حصہ ہے لیکن انہیں اکثر بنیادی انسانی حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ تعلیم، ملازمت اور صحت کی سہولیات تک محدود رسائی کے ساتھ، تیسری جنس کے افراد کو کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ معاشرتی تعصبات اور روایتی نظریات کی وجہ سے انہیں نہ صرف عوامی مقامات بلکہ اپنے خاندان میں بھی امتیازی سلوک کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے نتیجے میں، وہ اکثر غربت اور پسماندگی کی زندگی گزارتے ہیں۔

پاکستان جیسے ملک میں جہاں مذہبی اور ثقافتی قدریں بہت مضبوط ہیں، تیسری جنس کے حقوق کو تسلیم کرنے کے لیے مزید شعور اور قانون سازی کی ضرورت ہے۔ ۲۰۱۸ء میں پاکستان میں تیسری جنس کو قانونی شناخت دی گئی، جس سے ان کے حقوق میں کچھ بہتری آئی ہے۔ تاہم، اب بھی ان قوانین پر عمل درآمد اور معاشرتی سطح پر ان کی قبولیت میں بہتری کی ضرورت ہے تاکہ تیسری جنس کے افراد کو بھی ایک محفوظ اور باعزت زندگی مل سکے۔"[1]

معاشرتی اور سماجی حوالے سے جبر کا شکار ہونے کے باوجود یہ طبقہ جینے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہا ہے سماج میں اپنا آپ منوانے کے لیے یہ مختلف حوالوں سے خود کو مصروف رکھ کر زندگی کے مختلف زاویوں میں خود کا عکس سمو رہا ہے۔ اس جنس سے تعلق رکھنے والے شعر وشاعری اور موسیقی سے خاصہ لگاؤ رکھتے ہیں اکثر فلمی گیت انھیں زبانی یاد ہوتے ہیں لیکن شاعری کے حوالے سے خاص اس جنس کے لیے لکھی گئی اردو شاعری نہ ہونے کے برابر ہے اس تناظر میں اگر دیکھا جائے تو زیر بحث کتاب اس لیے منفرد ہے کہ اس میں خاص اس جنس کے لیے شاعری کی گئی ہے

"خزانہ غم دہر کے فقیر" ایسی کتاب ہے جس کا انتساب بھی خواجہ سرا ہو کے نام کیا گیا ہے اس مجموعے میں صابر ظفر نے اس جنس کے داخلی جذبات احساسات اور ان کی نفسیاتی کیفات کو بہ خوبی بیان کیا ہے اس مجموعے کی اولین غزل میں اس جنس کی داخلی کیفیات کو کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"خزانہ ہائے دہر کے فقیر ہیں ہم
قفس نظر نہیں اتا مگر اسیر ہے ہم
یہی ہے صورت احساں ہمیں مٹا دے وہ
کہ جس کے ہاتھ کی کھینچی ہوئی لکیر ہیں ہم
ہمیشہ رہتے ہیں خانہ خراب وخانہ بدوش

نہ کوئی جن کی ہو منزل وہ راہگیر ہیں ہم۲

ان اشعار میں تیسری جنس کی مختلف کیفیات کو بیان کرتے ہوئے صابر ظفر نے اس کیفیت کی طرف اشارہ کیا ہے جو بظاہر نظر سے اوجھل رہتا ہے ہمارے معاشرے میں اگر کسی گھر میں تیسری جنس سے تعلق رکھنے والا بچہ پیدا ہو گیا تو اس کو چھپانے کی کوشش کی جاتی ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ اگر کوئی ایسا لڑکا کسی گھر میں پیدا ہو گیا جو زنانہ انداز گفتگو کرتا ہے یا پھر کچھ ایسی عادتیں اس میں نظر اتی ہیں جو کہ اس کی جنس کو مشکوک کرتی ہے تو اکثر والدین ایسے بچوں کو لوگوں سے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں زیادہ تر گھر میں اپنی نظروں کے سامنے رکھا جاتا ہے اور باہر اگر یہ بچے جاتے بھی ہیں تو والدین خاص نگرانی میں ان کو رکھتے ہیں۔ دوسرے شعر میں شاعر تیسرے جنس سے تعلق رکھنے والے کردار کی اس کیفیت کا بیان کرتا ہے کہ ہم پر احسان تصور کیا جائے گا کہ جس نے ہمیں تخلیق کیا، جنم دیا، وہ ہی ہمیں اس لکیر کی طرح مٹا دے جو اس لکیر کا خالق ہے۔ کیونکہ اپنوں سے دوری یا بچھڑنے کا غم ہر فرد کو اداس اور غمگین کر دیتا ہے تیسری جنس سے تعلق رکھنے والے اکثر بچوں کو معاشرتی رسوائی کی وجہ سے گھر سے نکال دیا جاتا ہے جو فرد کو نفسیاتی طور پر بہت کمزور کر دیتا ہے اکثر گھر سے بے گھر زندگی مشکل ہو جاتی ہے اور ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے پیشہ ور لوگوں کے ساتھ مل کر زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن سے کوئی خونی رشتہ نہ ہونے کے باوجود خوش رہنے کی کوشش کی جاتی ہے ایسے لوگوں کو نارمل انسان اپنانے سے کتراتے ہیں اور ان کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اس لیے شاعر ان کے لیے خانہ بدوش کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

ماں ایک ایسا رشتہ ہے جس کو اس کائنات میں محبت کا محور اور ممبہ تصور کیا جاتا ہے جو ہر حال میں اپنے بچوں سے محبت کرتی ہے خود دکھ درد برداشت کرتی ہے مگر اپنی اولاد کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتی ہیں مگر تیسری جنس کے حوالے سے ممتا بھی سماج کے اگے اکثر ہار مان جاتی ہے اور اپنے جگر کے گوشے کو خود سے جدا کر دیتی ہے۔ صابر ظفر اس حوالے سے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

جو میری خاک سمیٹے وہ خاک داہے کہاں

بھلا چکی ہے جو مجھ کو وہ میری ماں ہے کہاں۳

ظاہر ہے احساسات اور جذبات کو مرتب اور مضبوط بنانے کے لیے ماں کی ممتا ایک اہم ذریعہ ہے اس سے محرومی نفسیاتی تور پر شکست کا پیش خیمہ ہو سکتی ہے اس طرح انسان کی وابستگی کا پہلا اہم حوالہ ماں ہے اس کے بعد باپ بہن بھائی ایک وقت تک فرد کی زندگی میں اہمیت رکھتے ہیں جذباتی اسودگی اور ذہنی سکون کا سبب بنتے ہیں تیسری جنس کے سلسلے میں اکثر یہ رشتے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں ایک طرف تو ذات کم مائیگی کا احساس دوسری طرف رشتوں کا انہدام فرد کو لاچار مجبور اور کمزور کر دیتا ہے اور پھر ذات کے حوالے سے یہ احساس کہ وہ نہ تو نسل انسانی کو وجود دے سکتا ہے اور نہ ہی زوج کی فطری زندگی بسر کر سکتا ہے اس حوالے سے شاعر کہتے ہیں۔

ہستی کے اشتباہ سے معلوم ہم ہوئے

پیدا جہاں ہوئے وہی معدوم ہم ہوئے

کرتا نہیں پسند کوئی سوچنا جسے

ایسے کسی خیال سے موسوم ہم ہوئے۴

انسان کی نفسیات اس کے ماحول اور معاشرے کی بنا پر تشکیل پاتی ہے تیسری جنس سے تعلق رکھنے والے افراد کی نفسیاتی الجھنوں اور انتشار کی وجہ ماحول اور معاشرے میں ملنے والی تذلیل اور حقارت کا رویہ ہوتا ہے جیسا کہ پروفیسر چوہدری عبد القادر نفسیاتی مطالعے کو ماحول کا مرہون منت قرار دیتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

"نفسیات سے مراد وہ علم ہے جو انسانی کردار کا مطالعہ اس کے ماحول کے مطابق کرے"۵

ماں باپ بہن بھائی کے رشتے انسان کے ساتھ جذباتی طور پر وابستہ ہوتے ہیں مگر اللہ تعالی نے انسانی زندگی میں ایک دل کشی زوج یعنی جوڑے کی صورت میں پیدا کی ہے مرد اور عورت ازدواجی بندھن میں زندگی کے رفیق بن کر ایک دوسرے کے دکھ درد کے ساتھی ہوتے ہیں مگر خسرے کی زندگی میں جنسی لذت لینے کے وسیلے تو موجود ہے مگر داخلی سکون اور رشتہ زوج کا فطری تعلق نہیں اس حوالے سے صابر ظفر لکھتے ہیں

مجھے نصیب کہاں ہے شکوہ شب خیزی

رفیق خلوت ارام گاہ جاں ہے کہاں

گزر رہی ہے حیات ایک عذاب کی صورت

اگر خموش ہوں میں؛میرا ترجماں ہے کہاں٦

انسان جب فطری انداز زندگی سے محروم ہوتا ہے تو ذہنی خلفشار کا شکار ہو جاتا ہے جس ماحول اور سماج میں اس کی تکریم اور عزت نہیں ہوتی تو اس کی ذات بے معنی ہو جاتی ہے سیف الرحمن رانا اپنی کتاب درمیانے میں رشتوں کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"انسان خواہ جسم فروش ہو یا قدرتی زنانہ ہو یا دو نمبر زنانہ انسان رشتوں کی اہمیت ان کے لیے بھی ہوتی ہے اسی قدر جتنی کہ اپ کے لیے کھسرو کی زندگی کا یہی وہ رنگ ہے جو انتہائی خوبصورت انسان کی تصویر کشی کرتا ہے ورنہ ان کی زندگیوں میں گمراہیوں کے اندھیروں کے علاوہ کچھ نہیں"۷

شاعری میں اکثر ایسی باتیں بیان ہوتی ہے جو ہمارے معاشرے میں موجود ہوتی ہے اور چونکہ صابر ظفر صاحب نے ایک خاص طبقے کی زندگی کو اس کتاب میں موجود شاعری کے ذریعے پیش کیا ہے جو اس طبقے کے حالات کی نمائندگی کرتے ہیں۔اور یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں ہمیں ایسے بہت سے اشعار مل جاتے ہیں جو روز مرہ ہمارے ارد گرد رونما ہونے والے واقعات پر منطبق ہوتے ہیں راقمہ اس موضوع پر ایک ریسرچ پروجیکٹ کر رہی ہے اس سلسلے میں ایک ماں سے لیے گئے انٹرویو سے اقتباس یہاں پیش کروں گی جو ہمارے معاشرے میں موجود اس طبقے کی حالت کا غماز ہے

"میں اور میرا شوہر اپنے دوسرے بیٹے کی عادتیں دیکھ کر اکثر پریشان رہتے تھے اور جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا گیا اس کی گفتگو میں زنانہ پن ظاہر ہونے لگا اور قریبی رشتہ دار اسے تنگ کرنے لگے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا گیا مجھے اسے گھر میں بند رکھنا مشکل ہوتا گیا اور سترہ ،اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچ کر وہ اکثر اپنے رشتہ داروں کے ساتھ باہر چلا جاتا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اور کچھ عرصے سے اس کے والد بہت پریشان رہتے تھے کیونکہ گاؤں کے لوگ اسے طعنے دینے لگے تھے۔اج اس کی موت کو اٹھارہ دن گزر گئے مگر قاتل کا کچھ پتہ نہیں چلا۔قتل کی رات والد اور بھائیؑس کو ڈھونڈتے رہے اور صبح اٹھ بجے اس کا مردہ جسم گھر لے آئے"۸

ہمارے معاشرے میں اکثر نارمل افراد اس کمزور جنس کو اپنے ہوس کا اور نفس کی تسکین کا شکار بنا کر جنسی تلذفظ حاصل کرتے ہیں اور الزام بھی اسی کو دیتے ہیں اس قسم کے جذبات کو صابر ظفر نے بڑی خوبی سے اپنی شاعری میں کچھ یوں بیان کیا ہے

منکر وصل میں ہوا تو مجھے

کون ہے جس نے دی نہیں دھمکی

طالبان ہوس تھے چاروں طرف

انگلیاں مجھ پہ اٹھیں عالم کی

نہیں شکوہ مگر حقیقت ہے

سانس نے بے وفائی ہر دم کی۹

ہمارے معاشرے میں ایسے لوگوں کے جنازے بھی چھپ کر ادا کیے جاتے ہیں اور شرم اور ننگ کے ہاتھوں رات کے اندھیرے میں دفن کیے جاتے ہیں اس رویے کا بھی تیسری جنس کے افراد کے نفسیات پر گہرا اثر ہوتا ہے اور اسی کیفیت کو صابر ظفر کچھ یوں بیان کرتے ہیں

چھپ کے دفنانے شب اپنوں کو اگر جاتے ہیں

درد کے کتنے اندھیروں سے گزر جاتے ہیں۱۰

تیسری جنس کا فرد اگر اپنے ڈیرے پر گرو کے ساتھ مرتا ہے تو پھر اس کا گرو اور اس کے تیسری جنس کے دوست اس کے جنازے اور دفنانے میں شریک ہوتے ہیں لیکن اگر کوئی فرد اپنے والدینیا رشتہ داروں کے پاس ہوتا ہے تو پھر اس کی موت کا اکثر اعلان نہیں کیا جاتا اور چپ کر اسے دفنایا جاتا ہے صابر ظفر اس کیفیت کا بیان کچھ یوں کرتے ہیں

ہماری موت کی تشہیر جب نہیں ہوتی

ہمارے واسطے پھر آہ وزآری کون کرے۱۱

معاشرے کی رسومات اور لوگوں کی نفسیات کے مد نظر اگر مخنث لوگوں کی قبریں بھی ہموار کر دی جاتی ہے جیسا کہ ہم اپنے ارد گرد دیکھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ قبر بھی ایک ایسی علامت ہوتی ہے کہ جس پر لوگ ذکر کرتے ہیں اس کے اندر جس کی لاش پڑی ہوتی ہیں اور سماج میں طعنے اور ننگ کا سبب بنتے ہیں

صابر ظفر نے اپنی شاعری میں سماج معاشرے کی رسومات اور تخلیقی عمل سے وابستہ عوامل کا ربط بیان کیا ہے اس حوالے سے ڈاکٹر شارب ردولوی نفسیات اور ادیب کے تخلیقی عمل کے باہمی ربط کے بارے میں لکھتے ہیں

"نفسیات کے توسط سے فنکار کی تخلیق کا جائزہ لینا اسان ہو جاتا ہے اس کے علاوہ فنکار کن نفسی کیفیت اور تخلیقات کے حوالے سے خارجی اور داخلی رجحانات کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔"۱۲

صابر ظفر ایک ایسا شاعر جو داخل اور خارج کا نباز ہے وہ اس طبقے کی ذہنی اذیت کو محسوس کر کے اس کے داخلی انتشار کو اشعار کا پیکر دیتا ہے ان کے غم کو بیان کرتا ہے اور ان کی داخلی کیفیات کو صفحہ قرطاس پر کچھ یوں بکھیر تا ہے کہ ان کے داخل کے درد کو پڑھنے والا قاری محسوس کر لیتا ہے

کہاں ہے دفن کسی کو پتہ نہیں ہوتا

لحد جو ہو تو وہ ہو مقبرہ نہیں ہوتا

میرے نصیب میں دائم خزاں کا موسم ہے

سو دل کی شاخ سے گل رونما نہیں ہوتا۱۳

تیسری جنس سے تعلق رکھنے والے نردبان خواجہ سرا یا کھسرا اکثر ایک جسمانی مرحلے سے گزر کر موجودہ شکل کو پاتا ہے جو ان کی برادری کی خواہش ہوتی ہیں ایسے افراد جن کے اعضائے تناسل کو کاٹ کر انہیں ایک خاص صورت دی جاتی ہے اور اس وجہ سے ان کو نردبان کسری کہا جاتا ہے ایسا مرد جس میں عورت بننے کی خواہش ہوتی ہے گرو اس کی تربیت کر کے اسے نفس سے محرومی پر امادہ کرتا ہے نفس محرومی کوئی عام بات نہیں ہر ایک قسم کی نفسیاتی جنگ ہوتی ہیں اپریشن سے پہلے اس فرد کے اعضائے تناسل کے ارد گرد کے حصے کو سن کر دیا جاتا ہے یہ ایک مشکل مرحلہ ہے اس حوالے سے سیف الرحمان رانہ اپنی کتاب درمیانے میں لکھتے ہیں

"نربان آپریشن کے دوران گرو اپریشن میں معاونت کے لیے کسی دوسرے گرو کو ضرور طلب کرتا ہے ایسے گرو کے متعلق خسرو کے حلقوں میں یقینو رسیق پایا جاتا ہے کہ وہ اس قسم کے اپریشن کی تمام نزاکتوں اور مسائل پر باسانی قابو پا سکتے ہیں"۱۴

اردو نثر میں ناول اور افسانوں میں نربان کے حوالے سے مختلف کردار پیش ہو چکے ہیں شاعری میں اس کردار کے حوالے سے صابر ظفر نے اس کی کیفیت کا بیان کچھ یوں کیا ہے

نہ جانے کیوں میری تقدیر ازمائی گئی
نہ چاہتے ہوئے بھی سرجری کرائی گئی
نہیں کسی کو میری عزت نفس کا خیال
فقط صدائے مخنث زبان پہ لائی گئی۱۵

ہمارے معاشرے میں اکثر مخنث چاہتے ہوئے بھی نارمل فرد کی طرح زندگی نہیں بسر کر سکتا اور نہ یہ سماج اسے قبول کرتا ہے نہ اسے بحیثیت انسان انسانیت کا درجہ دیتا ہے ایک خواجہ سرا اس کیفیت سے گزرتا ہے کہ اس جہاں میں اسے ادمیت کے درجے پر بہت کم لوگ ملتے ہیں اکثر لوگ درندگی کی حدوں کو چھوتے ہوئے نظر اتے ہیں نردبان ہو کر اور مرد کی علامت گوا کر بھی عورت کا مقام حاصل نہ کر سکنا اس جنس کے لیے نفسیاتی الجھن اور انتشار کا سبب بنتا ہے اس نفسیاتی الجھن کا بیان صابر ظفر اپنی شاعری میں یوں کرتے ہیں

نہ کام اسکی میرے کوئی بھی جراحی
اسی لیے تو مجھے زیست زخم سی ہی لگے
کم ادمی لگے تہذیب عشق سے واقف
زیاد لوگ میں اکثر درندگی ہی لگے۱۶

اس کتاب میں شاعری کی صورت میں تیسری جنس کی سوانح بیان کی گئی ہیں کہ کس طرح اور کن کن حالتوں میں اس جنس کا جسمانی استحصال کیا جاتا ہے تعلیمی حوالے سے یہ جنس محروم ہیں اگر کسی تعلیمی ادارے میں علم کی پیاس بجھانے کے لیے جاتی ہیں تو وہاں انسانوں کے وحشیانہ رویوں کا شکار ہو جاتے ہیں فرد جو کہ اپنے اپ کو جنسی حوالے سے اور صنفی حوالے سے مکمل سمجھتا ہے وہ اپنی ہوس کو زبانی کلامی طعنوں کے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر استحصال کا شکار کر کے ثابت کرتا ہے کہ وہ اندر سے وحشی ہے۔ عام طور پر تیسری جنس ناچ گانا کر کے زندگی کی ضروریات کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن اکثر یہ ناچ گانا بڑھ کر جسم فروشی اور جسمانی بے راہ روی کی طرف لے جاتا ہے کہیں پر رضامندی سے لوگ اس جسمانی اور جنسی بہ راہ روی کی طرف جاتے ہیں تو کہیں پر بحالت مجبوری انہیں اس کام میں شامل ہونا پڑتا ہے خزانہ غم دہر کے فقیر ایک ایسی کتاب ہے جو اس برادری کی نفسیات اور جذباتی کیفیات کو مکمل طور پر بیان کرتی ہیں اس کتاب کے حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر اسحاق وردک کی رائے پیش کرونگی

۔

"صابر ظفر اردو شاعری کی روایت میں ایک نئے شہر سخن کے بنیاد ساز تخلیق کار کے طور پر ہمیں فکر و خیال کی نئی نئی دنیاؤں کی سیر کراتے ہیں۔ ان کی ہر کتاب نئے امکانات کی دریافت ہوتی ہے۔ اس لیے انھوں نے بطور خاص غزل کو اپنے تخلیقی اجتہاد اور شاعرانہ ندرت خیال سے ایک نیا سیارہ بنا دیا ہے۔ ان کی ہر کتاب نئے موضوعات کو اردو شاعری کی قلم رو میں شامل کرتی ہے۔ "خزانہ ہائے غم دہر کے فقیر" بالکل ایک نئے موضوع اور نظر انداز شدہ

انسانی المیے کا تخلیقی بیانیہ ہے۔انھوں نے خواجہ سراؤں کے دکھ درد،زندگی کے جبر،ٹوٹے خواب،نفسیاتیعوارض ،قدم قدم پر مشکلات کے پہاڑ اور ان کے ساتھ روا رکھے گئے تضحیک آمیز رویوں پر پوری ایک کتاب لکھی ہے۔صابر ظفر نے صنف غزل میں فکر وخیال اور جدید سماج کے سوالات کو روانی کے ساتھ سمویا ہے۔کہ شعریت اور جمالیات موضوع سے ہم آہنگ ہو کر اردو شعری روایت سازی کے عمل کو آگے بڑھایا ہے۔یہ کتاب عالمی ادب میں خواجہ سراؤں کے مقدمے کو مدلل انداز میں پیش کرتی ہے۔بلاشبہ صابر ظفر تخلیقی وفور کے ایک زرخیز دریا کا نام ہے جس نے ان موضوعات کو بھی سیراب کیا ہے جو طویل مدت سے بنجر پڑے تھے۔"۱۷

مجموعی طور پر اس کتاب میں تیسری جنس سے وابستہ افراد کے داخلی مسائل اور نفسیاتی کیفیات کو شاعر نے بخوبی پیش کیا ہے۔ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اردو شاعری میں یہ کتاب اس جنس کے جزبات اور احساسات کی خوبصورت ترجمانی کرتی ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ انٹرویو از ڈاکٹر وہاب اعجاز، بمقام پوسٹ گریجویٹ کالج بنوں، ۲۲ دسمبر ۲۰۲۴ء

۲۔ صابر ظفر، خزانہ ہائے غم دہر کے فقیر، ناشر مہتاب مظفر ناظم آباد کراچی، ۱۳۱ اگست ۲۰۲۳ء، صفحہ نمبر ۶

۳۔ ایضاً، صفحہ نمبر ۸

۴۔ ایضاً، صفحہ نمبر ۹

۵۔ پروفیسر چوہدری عبد القادر، نفسیاتمغربی پاکستان، اردو اکیڈمی لاہور، طبع اول ۱۹۶۷ء، صفہ نمبر ۱۲

۶۔ صابر ظفر، خزانہ ہائے غم دہر کے فقیر، ناشر مہتاب مظفر ناظم آباد کراچی، ۱۳۱ اگست ۲۰۲۳ء، صفحہ نمبر ۸

۷۔ سیف الرحمن رانا، درمیانی، حنیف پرنٹر، ۲۰۱۲ء صفہ نمبر ۲۴۹

۸۔ انٹرویو بمقام مردان، بہ وقت ۹ بجے، ہفتہ ۲۶ اکتوبر ۲۰۲۴ء

۹۔ صابر ظفر، خزانہ ہائے غم دہر کے فقیر، ناشر مہتاب مظفر ناظم آباد کراچی، ۱۳۱ اگست ۲۰۲۳ء، صفحہ نمبر ۱۲

۱۰۔ ایضاً، صفحہ نمبر ۱۴

۱۱۔ ایضاً، صفحہ نمبر ۱۶

۱۲۔ ڈاکٹر شارب ردولوی، جدید اردو تنقید اصول و نظریات، اردو اکیڈمی لکھنو، ساتواں ایڈیشن، صفحہ نمبر ۱۸۶

۱۳۔ صابر ظفر، خزانہ ہائے غم کے فقیر ہیں ہم، ۱۳۱ اگست ۲۰۲۳ء، صفحہ نمبر

۱۴۔ سیف الرحمن رانا، درمیانے، اصف جاوید نگارشات پبلشر، ۲۰۱۲ء، صفحہ نمبر ۴۲

۱۵۔ صابر ظفر، خزانہ ہائے غم دہر کے فقیر، ۱۳۱ اگست ۲۰۲۳ء، صفحہ نمبر ۲۵

۱۶۔ صابر ظفر، خزانہ ہائے غم دہر کے فقیر، ناشر مہتاب مظفر ناظم آباد کراچی، ۱۳۱ اگست ۲۰۲۳ء، صفحہ نمبر ۲۶

۱۷۔ ڈاکٹر اسحاق وردگ ایسوسی ایٹ پروفیسر گورنمنٹ سپیریئر سائنس کالج پشاور، بمقام پشاور بیرکس، بوقت ۴ بجے، ۲۴ اکتوبر ۲۰۲۴ء